Al-Raqīm (Research Journal of Islamic Studies)
ISSN: 3006-2225 (Print), 3006-2233 (Online)
Volume 04, Issue 01, January-June 2026.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islāmia University of Bahāwalpur, Raḥīm Yār Khān Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

حضرت سلطان باہوؒ کے اسمِ اللہ ذات بارے افکار اور ان کا تنقیدی مطالعہ

The Doctrine of Ism-e-Allāh Ẕāt in the Teachings of Ḥaḍrat Sulṭān Bāhū: A Critical and Analytical Study

Sultan Muhammad Din
Ph.D Scholor, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I. Khan.
Email: smdammad@gmail.com
Dr. Hafiz Abdul Majeed
Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, D.I. Khan.
Email: drabdulmajed@gmail.com

Abstract :

This research paper offers a rigorous critical and analytical examination of the concept of Ism-e-Allah Zaat (the Personal Name of Allah), exploring its spiritual, intellectual, and exegetical dimensions within the mystical framework of Sultan Bahoo (RA). The investigation posits that within Bahoo's thought, this concept occupies a quintessential and foundational locus. Rather than being relegated to a mere phonetic invocation, Ism-e-Allah Zaat is conceptualized as a comprehensive spiritual system that facilitates divine gnosis (Ma'rifah), proximity to the Divine, and the transcendent states of Fana-fi-Allah (annihilation in God). According to his doctrine, it constitutes the Ism-e-Azam (the Supreme Name), which encapsulates the totality of divine attributes and functions as the primary mechanism for cardiological purification, moral rectification, and ontological elevation.

Furthermore, the study engages with the linguistic and theological discourses surrounding the term "Allah," presenting it as a non-derived proper noun (Ism-e-Alam Ghair Mushtaq) while critically addressing alternative etymological perspectives. Sultan Bahoo (RA) maintains a definitive stance on its non-derivative nature, specifically

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

attributing it to the Absolute Essence. From his perspective, the contemplative visualization of the Name safeguards the initiate from malevolent influences, facilitates a spiritual presence in the Prophetic Assembly) Majlis-e-Nabwi ,(ﷺ and leads to a profound realization of Tawhid (Divine Unity).

Additionally, the research elucidates that the efficacy of this practice is strictly contingent upon sincerity (Ikhlas), internal catharsis, and the indispensable mediation of a Murshid-e-Kamil (a Perfect Spiritual Mentor). The study concludes that Sultan Bahoo (RA) offers a distinctive paradigm within Sufi metaphysics; instead of prioritizing conventional asceticism and meditative rigors in isol

ation, he establishes the contemplation of Ism-e-Allah Zaat as the fundamental vehicle for spiritual maturation. Thus, while his ideas align with the broader Sufic tradition, they exhibit a remarkable degree of conceptual originality and philosophical depth.

Keywords:

Ism-e-Allah Zaat, Sultan Bahoo (RA), Sufism (Tasawwuf), Divine Gnosis(Ma'rifah), Tawhid, Ism-e-Azam, Spirituality, Murshid-e-Kamil (Spiritual Mentor).

دینِ اسلام کی اشاعت و ترویج کی ذمہ داری آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بخوبی انجام دی۔ بعد ازاں امت میں مفسرین، محدثین اور فقہا کی جماعتوں کی طرح صوفیہ کی جماعت نے بھی اس نبوی مشن کو جاری رکھا اور دینِ اسلام کی جملہ تعلیمات کو عملی طور پر پیش کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں دینِ اسلام کی اشاعت و ترویج میں صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا کردار روشن اور نمایاں ہے۔ برصغیر کی جماعتِ صوفیہ میں جن بزرگانِ دین نے اسلام کی نشر و اشاعت میں ہر ممکن کوشش کی، ان میں حضرت سلطان باہوؒ کی شخصیت نمایاں ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ کی ولادت شور کوٹ کے علاقے میں ۱۰۳۹ھ بمطابق ۱۶۳۱ء میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت بازید محمدؒ اور والدہ صاحبہ کا نام بی بی راستیؒ ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ نے چار خواتین سے یکے بعد دیگرے عقد کیا۔ ایک بیوی مخدوم برہان لنگر مخدوم والا، ضلع جھنگ کے خاندان سے تھیں۔ دوسری زوجہ اپنی ہم کفو قبیلہ اعوان سے تھیں۔ تیسری زوجہ بھی اعوان قبیلہ سے تھیں اور آپ کی قریبی رشتہ دار تھیں، جب کہ آپ کی چوتھی زوجہ ایک ہندو ساہوکار کے کنبہ سے تھیں، جو آپ کے غوث بہاؤالحق زکریا ملتانیؒ کے مزار پر دعوتِ قبور پڑھنے کے بعد آپ کو عطا ہوئیں، جو مشرف بہ اسلام ہو کر نکاح میں آئیں۔ حضرت سلطان باہوؒ کے آٹھ فرزندان تھے۔ ان آٹھ فرزندان میں سے صرف تین بیٹوں سلطان نور محمد، سلطان ولی محمد اور سلطان لطیف محمد سے حضرت سلطان باہوؒ کی اولاد کا سلسلہ آگے چلا۔ اس وقت آپ کے دو فرزندان سلطان نور محمد اور سلطان ولی محمد سے اولاد کا سلسلہ چل رہا ہے۔[1]

حضرت سلطان باہوؒ نسبتِ اویسیہ کے مطابق براہِ راست رسول اکرم ﷺ سے بیعت تھے۔ آپ خود رسالہ روحی میں تحریر فرماتے ہیں:

"دست بیعت کرد مارا مصطفیٰ خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰ
شد اجازت باھو را از مصطفیٰ خلق را تلقین بہ کن بہر از خدا
خاک پایم از حسین وز حسن معرفت گشتہ است بر من انجمن"[2]

(مجھے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے دستِ بیعت فرمایا، اپنا فرزند قرار دیا اور خلقِ خدا کو تلقین کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی خاکِ پا ہوا اور معرفت میری انجمن بنی۔)

اگرچہ آپ نے طریق محمدی ﷺ پر خود کو "اُمی" بتایا ہے مگر آپ کی تحریریں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ علم لدنی سے مذین ایک عظیم عالم ربانی تھے۔ آپ نے تصوف اور طریقت کی تعلیمات پر تقریباً ایک سو چالیس کتب تصنیف کیں جن میں سے اکتیس کتب فی زمانہ دستیاب ہیں۔ یہ تمام کتب فارسی میں ہیں البتہ شاعری کا ایک مجموعہ سرائیکی ہے جو "ابیات باہو" کے نام سے معروف ہے اور ایک فارسی غزلیات کا مجموعہ ہے جو "دیوان باہو" کے نام سے مشہور ہے۔ درج ذیل کتب فی زمانہ میسر ہیں:

"۱)۔ اسرار قادری ۲)۔ امیر الکونین ۳)۔ اورنگ شاہی ۴)۔ توفیق الھدایت
۵)۔ تیغ برہنہ ۶)۔ جامع الاسرار ۷)۔ حجت الاسرار ۸)۔ دیدار بخش
۹)۔ دیوان باھو ۱۰)۔ رسالہ روحی ۱۱)۔ سلطان الوھم ۱۲)۔ شمس العارفین
۱۳)۔ عقل بیدار ۱۴)۔ عین العارفین ۱۵)۔ عین الفقر ۱۶)۔ فضل اللقاء
۱۷)۔ قرب دیدار ۱۸)۔ کشف الاسرار ۱۹)۔ کلید التوحید ۲۰)۔ کلید التوحید (کلاں)
۲۱)۔ کلید جنت ۲۲)۔ گنج الاسرار ۲۳)۔ مجالسۃ النبی ﷺ ۲۴)۔ محکم الفقراء
۲۵)۔ محبت الاسرار ۲۶)۔ محک الفقراء (خورد) ۲۷)۔ محک الفقراء (کلاں) ۲۸)۔ مفتاح العارفین
۲۹)۔ نور الھدیٰ (خورد) ۳۰)۔ نور الھدیٰ (کلاں) ۳۱)۔ ابیات باھو"[3]

آپ کی کتب تصوف کی دیگر کتب کی طرح بنیادی مطالب پیش کرنے کے بجائے دیگر معانی سے پردہ کشائی کرتی ہیں۔ بالخصوص تصور اسم اللہ ذات، دعوت قبور، سلاطین فقراء، مراقبہ، تصور کلمہ طیبہ کے جو تصورات آپ نے بیان کئے ہیں آپ سے قبل اس وضاحت سے بیان نہیں ہوئے۔

حضرت سلطان باہوؒ بروز جمعرات، بوقت عصر، یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ ہجری اس جہان فانی سے کوچ کر کے دارِ جاودانی میں جوارِ حق میں پہنچے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی اور آپ شور کوٹ میں مقیم تھے۔ مقامِ تدفین کے متعلق مناقبِ سلطانی کے مصنف لکھتے ہیں:

"آپ کا جنازہ ملتان کے پرگنوں میں سے پرگنہ شور کوٹ کے متعلق موضع قہرگاں کے ایک قلعہ میں جو پکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا، دفن کیا گیا۔"[4]

اس مزار میں تدفین کے وقت آپ کے دو فرزند سلطان نور محمد اور سلطان ولی محمد موجود تھے۔آپ کے سالانہ عرس کی تقاریب کا یکم جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو انعقاد کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یکم سے دس محرم الحرام تک شہدائے کربلا کی نسبت سے دس دن عرس کا دربار حضرت سلطان باہوؒ پر انعقاد کیا جاتا ہے جس میں شب و روز لنگر تقسیم کیا جاتا اور زائرین کی ظاہری و باطنی اصلاح کے لئے محافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

لفظ اللہ اسمِ علَم اسمِ ذات:

لفظ اللہ ذاتِ باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے اسے اسمِ ذات کہتے ہیں۔اس کے علاوہ باقی سب ناموں کو اسمائے صفات کہا جاتا ہے۔ ذاتی اور صفاتی نام میں فرق یہ ہے کہ اسمائے صفات میں سے ہر اسم ذات کی کسی نہ کسی ایک صفت کو ہی اجاگر کر سکتا ہے، جب کہ اسمِ ذات کسی بھی شخصیت کی مجموعی طور پر نشاندہی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ''قدیر'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدرت پر، ''علیم'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم پر اور ''رحمن'' اور ''رحیم'' کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اسم بھی ایسا نہیں ہے، جو جمیع صفاتِ الوہیت کا احاطہ کر سکے اور جسے سنتے ہی اس حسنِ مطلق کا ایسا تصور ذہن میں آسکے، جو مکمل ہو۔ اللہ ہی ایک ایسا نام ہے، جس کی دلالت کلی طور پر اس واجب الوجود پر ہے، جو جامع صفات اور کمالات ہے۔ یہ ذاتِ حق کی کسی ایک یا چند صفات کی نہیں، بلکہ بہ یک وقت ذات اور اس کی تمام صفات کی نشاندہی کرتا ہے، کیوں کہ صفات کسی ایک اعتبار سے گویا ذات کا حصہ ہوتی ہیں، جب کہ ذات اپنی کسی بھی صفت کا حصہ نہیں ہوتی۔ ذات کے دامن میں اس کی تمام صفات از خود موجود ہوتی ہیں، اس لیے اسمِ ذات ہی جملہ صفات و کمالات کو پورے طور پر محیط ہوتا ہے۔

علمائے لغت اور اصولیین کے نزدیک لفظ اللہ اسم علَم غیر مشتق ہے۔ یہ لفظ صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے نام کے طور پر وضع کیا گیا ہے اور بلا شرکتِ غیر اسی پر ہی دلالت کرتا ہے۔ نہ یہ خود کسی لفظ سے ماخوذ ہے اور نہ ہی کوئی لفظ اس سے؛ گویا یہ لفظ خود بھی لفظی و معنوی اعتبار سے توحیدِ محض کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ توحید کا عالم یہ ہے کہ کسی اور معبود کو اس کے ساتھ اس میں شرکت بھی حاصل نہیں ہے۔ اس کی وحدانیت اس قدر ظاہر ہے کہ مشرکین نے معبودانِ باطلہ کے طرح طرح کے نام اور اوصاف وضع کیے، لیکن آج تک کسی نے بھی اپنے کسی معبود کا نام اللہ نہیں رکھا، لہٰذا یہ نام بھی اپنے وجود میں شروع سے آخر تک بے مثل اور بے نظیر رہا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اسی تصور کو یوں بیان کرتے ہیں:

''نوعِ انسانی کے دینی تصورات کا ایک قدیم عہد جو تاریخ کی روشنی میں آیا ہے، مظاہرِ فطرت کی پرستش کا عہد ہے۔ اسی پرستش نے بتدریج اصنام پرستی کی صورت اختیار کی۔ اصنام پرستی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مختلف زبانوں میں بہت سے الفاظ دیوتاؤں کے لیے پیدا ہو گئے اور جوں جوں پرستش کی نوعیت میں وسعت پیدا ہوتی گئی، الفاظ کا تنوع بھی بڑھتا گیا، لیکن چونکہ یہ بات انسان کی فطرت کے خلاف تھی کہ ایسی ہستی کے تصور سے خالی الذہن رہے، جو سب سے اعلیٰ اور سب کو پیدا کرنے والی ہستی ہے، اس لیے دیوتاؤں کی پرستش کے ساتھ ایک سب سے بڑی اور سب پر حکمران ہستی کا تصور بھی کم و بیش موجود رہا۔ اسی لیے جہاں بے شمار الفاظ دیوتاؤں اور ان کی معبودانہ صفتوں کے لیے پیدا ہو گئے، وہاں کوئی نہ کوئی لفظ ایسا بھی ضرور مستعمل رہا، جس کے ذریعے اس اَن دیکھی اور اعلیٰ ترین ہستی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔''[5]

لفظ اللہ کی شانِ عَلمیت پر غور کرتے ہوئے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات کے بیان کے لیے واقعی اس سے زیادہ موزوں لفظ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔اس لفظ کی تعریف بیان کرتے ہوئے امام خازنؒ بیان کرتے ہیں:

"(الله) هو اسم علم خاص لله تعالى تفرد به الباري سبحانه وتعالى ليس بمشتق ولا يشركه فيه أحد وهو الصحيح المختار دليله قوله تعالى: هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا يعني لا يقال لغيره الله۔"[6]

(یہ ایسا اسمِ عَلم ہے، جو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اور باری تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے کے اعتبار سے متفرد ہے۔نہ یہ کسی اسم سے مشتق ہے اور نہ اس میں کوئی اور شریک ہے اور یہی قول صحیح اور مختار ہے،اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور کو ''اللہ'' نہیں کہا جاتا۔)

امام خازنؒ نے واضح کیا ہے کہ لفظ اللہ اسمِ عَلم غیر مشتق ہے،تاہم بعض علماء و محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ اسمِ مشتق ہے۔ اس لحاظ سے اس کے متعدد مادے بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے ہر ایک مشتق منہ معنوی طور پر ذاتِ باری تعالیٰ کی مختلف شانوں اور حیثیتوں پر روشنی ڈالتا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

''عام طور پر اہلِ علم یہ تصور کرتے ہیں کہ اس لفظ کی اصل ''الٰہ'' ہے، جس کا معنٰی ''معبود'' ہے، جو ''ال'' کے اضافے سے معرف ہو کر ''اللہ'' قرار پا گیا۔''لام تعریف'' کے بارے میں عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی اسم کو معرف باللام کر دیا جائے،(یعنی اس کے آغاز میں ''ال'' کا اضافہ کر دیا جائے) تو وہ اسم اپنے استعمال اور اطلاق میں خاص ہو جاتا ہے۔ مثلاً کتاب کا لفظ عام ہے، کسی بھی کتاب پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔اگر اسے الکتاب کر دیا جائے تو اس کا اطلاق صرف کسی مخصوص کتاب پر ہو گا، ہر ایک پر نہیں۔اسی طرح الٰہ کو معرف کر کے اللہ بنانے میں یہی مصلحت تھی کہ الوہیت صرف ذاتِ حق سے مختص تصور کی جائے اور پوری کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور ہستی الٰہ کہلانے کی مستحق نہ رہے،یہی مفہوم کلمہ توحید کے پہلے حصے کے ذریعے ادا ہوتا ہے۔اگر باری تعالیٰ کو صرف الٰہ کہہ کر ہی پکارا جاتا تو اس سے اس کی شانِ الوہیت اور شانِ معبودیت تو آشکار ہوتی، لیکن معبودانِ باطلہ کی نفی نہ ہو سکتی۔ گویا صرف اثبات ہوتا، نفی کا بیان نہ ہوتا۔ اس طرح یہ اسم جامع ضرور تصور کیا جاتا، لیکن مانع نہ ہوتا اور اسمِ باری تعالیٰ کی انفرادیت و موزونیت کے لیے ضروری تھا کہ وہ جامع بھی ہو اور مانع بھی۔ چنانچہ اس حکیم و خبیر نے اپنی ذات کی دلالت کے لیے ایسے لفظ کو منتخب فرمایا، جو بیک وقت اس کے لیے الوہیت کا اثبات اور اس کے ماسوا کے لیے الوہیت کی نفی کر رہا ہے۔''[7]

لفظ اللہ کی اصل کے متعلق امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

"الله: قيل: أصله إله فحذفت همزته، وأدخل عليها الألف واللام، فخصّ بالباري تعالى۔"[8]

(لفظ اللہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کی اصل ''الٰہ'' ہے، جس کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور اس پر الف لام داخل کر کے اسے ذاتِ باری کے لیے خاص کر دیا گیا۔)

''الٰہ'' کے آغاز میں الف لام کا اضافہ کر دیا جائے تو الف لام کے اضافے کے بعد لفظ ''الالہ'' ہوا، ہمزہ سے قبل حرفِ صحیح ساکن تھا، لہٰذا ہمزہ کی حرکت ماقبل لام کو دے کر اسے حذف کر دیا گیا اور دونوں لاموں میں سے پہلے لام کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کر دیا گیا تو موجودہ صورت ''اللہ'' تشکیل پا گئی۔ بہ ہر حال حضرت سلطان باہوؒ اسمِ اللہ ذات کو غیر مشتق ہی قرار دیتے ہیں۔[9]

خصائص لفظِ اللہ اسم ذات:

اس لفظ کا باری تعالیٰ کے اسمِ ذات کی حیثیت سے مستعمل ہونا کئی حکمتوں کی بنا پر ہے۔ان میں سے ایک اس کی ترکیبِ لفظی میں پنہاں ہے کہ اگر اس لفظ سے کوئی حرف حذف بھی کر دیا جائے، تب بھی بقیہ حروف ذاتِ باری تعالیٰ کی نشاندہی کے لیے اپنا معنیٰ برقرار رکھتے ہیں۔امام خازنؒ بیان کرتے ہیں:

"ومن خصائص هذا الاسم أنك إذا حذفت منه شيئا بقي الباقي يدل عليه فإن حذفت الألف بقي لله، وإن حذفت اللام وأثبت الألف بقي إله، وإن حذفتهما بقي له وإن حذفت الألف واللامين معا بقي هو والواو عوض عن الضمة-"[10]

(اس اسم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر اس میں سے کچھ حذف کر دیا جائے تو باقی حصہ اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔اگر الف حذف کر دیا جائے تو "للہ" باقی رہے گا اور اگر لام حذف کر دیا جائے اور الف کو باقی رکھا جائے تو "الہ" باقی رہے گا اور اگر دونوں کو حذف کر دیا جائے تو "لہ" باقی رہے گا اور اگر الف اور دونوں لاموں کو اکٹھا حذف کر دیا جائے تو "ھو" باقی بچے گا اور واؤ ضمہ کے عوض ہے۔)

"ھو" کا لفظ بھی اسی کی ذات کی نشاندہی کرتا ہے اور صوفیاء بالعموم اس کا ذکر کرواتے ہیں۔حضرت سلطان باہوؒ کے افکار میں ھو کو بنیادی مقام حاصل ہے، جیسا کہ آپ کے اسمِ گرامی سے واضح ہو رہا ہے۔گویا اللہ ایک ایسا لفظ ہے جو من حیث الکلی اور اپنے ہر حرف اور جزو کے اعتبار سے بھی ذاتِ حق پر معنوی دلالت کرتا ہے۔اس نام کی ترکیبِ لفظی کے حسن کا یہ عالم ہے کہ اس کا کوئی حرف یا کوئی حصہ بے معنیٰ نظر نہیں آتا، گویا یہ لفظ بھی ذاتِ باری تعالیٰ کی طرح ہر ہر اعتبار سے کامل ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ لفظِ اللہ ہی اسمِ اعظم ہے۔لفظِ اللہ کے اسمِ اعظم ہونے کے متعلق امام خازنؒ لکھتے ہیں:

"وذهب بعضهم إلى أن هذا الاسم هو الاسم الأعظم لأنه يدل على الذات وباقي الأسماء تدل على الصفات-"[11]

(بعض کا گمان ہے کہ یہی اسم، اسمِ اعظم ہے، کیوں کہ یہ ذاتِ باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے، جب کہ باقی اسماء صفاتِ باری تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں۔)

حضرت سلطان باہوؒ کے ہاں پیش کردہ دلیل یہی ہے کہ اسمِ اللہ ذات بذاتِ خود "علمِ تاثیر" ہے، یعنی وہ ظاہری اور باطنی قوتوں کو از خود جلا بخشتا ہے۔اسمِ اللہ ذات کو محض لفظی ذکر نہیں بلکہ ایک زندہ اور مؤثر روحانی نظام کی بنیاد قرار دیا ہے۔

اسمِ اللہ ذات کے متعلق حضرت سلطان باہوؒ کے افکار:

اسمِ اللہ ذات حضرت سلطان باہوؒ کی تعلیمات کا مرکزی نکتہ ہے، جو ان کے صوفیانہ افکار اور روحانی حکمت کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔آپؒ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قربت کا ایک ایسا نورانی ذریعہ ہے، جو طالبِ حق کے دل کو جلا بخشتا ہے اور اسے حقائقِ الٰہیہ سے روشناس کراتا ہے۔اسمِ اللہ ذات کے ذکر کو آپؒ نے دل کی پاکیزگی، روحانی ترقی اور فنا فی اللہ کے حصول کا بنیادی وسیلہ قرار

دیا ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ کے مطابق اسمِ اللہ ذات کے ذریعے انسان اپنی نفسانی خواہشات سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے اور بقا باللہ کی منزل حاصل کرتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے متعلق حضرت سلطان باہوؒ کے اہم افکار حسبِ ذیل ہیں:

1)۔اسم اللہ ذات اسم اعظم:

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسم اللہ ذات دراصل اسمِ اعظم ہے۔ لفظِ اللہ کی شرح میں ہر قسم کا ثواب اور برکت پوشیدہ ہے۔ یہ لفظ اس قدر جامع ہے کہ تمام کتبِ سماویہ، فاتحۃ الکتاب، تسمیہ، تکبیرِ اولیٰ اور تکبیرِ تحریمہ کے تمام معارف اسمِ اللہ میں پنہاں ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

’’بداں کہ ثواب تورات و انجیل و زبور در قرآن است و برکت ثواب قرآن در سورۃ الفاتحہ است و برکت ثواب سورۃ الفاتحہ در بسم اللہ الرحمن الرحیم است و برکت ثواب بسم اللہ الرحمن الرحیم در تکبیر اولیٰ است و برکت ثواب تکبیر اولیٰ در تکبیر تحریمہ اللہ اکبر است و ثواب برکت تورات، انجیل، زبور و فرقان و الحمد بسم اللہ الرحمن الرحیم و تکبیر اولیٰ و تکبیر تحریمہ تمام در شرح اسم اللہ است و از اسم اللہ می برآید و باز در تمامیت اسم اللہ در آید کہ آن محض ذکر اللہ است۔‘‘[12]

(اے طالب! جان لے کہ جو ثواب تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک میں ہے، وہی برکت اور ثواب سورۃ الفاتحہ ام الکتاب میں ہے اور جو برکت اور ثواب سورۃ الفاتحہ میں ہے، وہی برکت اور ثواب بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو برکت اور ثواب بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے وہی ثواب اور برکت تکبیر اولیٰ میں ہے اور جو ثواب و برکت تکبیر اولیٰ میں ہے، وہی ثواب و برکت تکبیر تحریمہ اللہ اکبر میں ہے اور جو ثواب و برکت تورات، انجیل، زبور، فرقان حمید، الحمد للہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم، تکبیر اولیٰ اور تکبیر تحریمہ میں ہے، وہ سب لفظ اللہ کی شرح میں ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جو عامیت اور جامعیت اسم اللہ میں داخل ہے، وہ محض ذکر اسم اللہ تعالیٰ میں ہے)۔

آپ کے مطابق اسمِ اللہ ذات کے تصور میں وہ روحانی طاقت ہے، جو انسان کی توجہ اور نظر کو اللہ تعالیٰ کے نور اور قدرت کا مظہر بنا دیتی ہے۔ کامل انسان، جو اسمِ اللہ ذات کے تصور میں غرق ہو، اس کی توجہ اور نگاہ اللہ کی قدرت کا آئینہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر چیز میں اللہ کی حکمت و عظمت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ تعلیم انسان کو دنیاوی ظواہر سے ماورا ہو کر حقیقی توحید کے شعور میں داخل ہونے کا راستہ دکھاتی ہے۔

2)۔اسم اللہ ذات شیطان سے حفاظت کا ذریعہ:

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک جس دل میں اسمِ اللہ ذات کا تصور موجود ہو، اس میں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ ان کے ہاں وجود معظم دراصل اسی شخص کا ہوتا ہے، جو شیطانی اثرات سے محفوظ ہوتا ہے اور جس شخص کے دل میں اسمِ اللہ ذات کا تصور موجود ہو، وہ اثراتِ شیطانی سے محفوظ رہتا ہے، یوں اس کا وجود معظم ہو جاتا ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''در وجودِ سہ کس شیطان نہ تواند کہ درون در آید۔ اوّل کسی کہ صورتِ نورِ ایمان ہمیشہ از تصدیقِ دل کلمہ طیب می خواند وبرزبان می راند لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہ از نورِ آتشِ کلمہ طیب شیطان می سوزد و دور شود۔ دوم در وجودِ کسی کہ بردلِ او تصورِ اسمِ اللہ ذات است۔''[13]

(شیطان تین قسم کے آدمیوں کے وجود میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک اس شخص کے وجود میں جو نورِ ایمان کی صورت میں تصدیقِ دل کے ساتھ کلمہ طیب پڑھتا ہے اور زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتا ہے، کیونکہ کلمہ طیب کے نور کی آگ سے شیطان جل جاتا ہے، اس لیے وہ دور بھاگتا ہے۔ دوسرا اس شخص کے وجود میں جس کے دل پر تصورِ اسم اللہ ذات موجود ہے۔)

حضرت سلطان باہوؒ نے اس حقیقت کو بیان کیا کہ جس دل میں اسمِ اللہ ذات کا ذکر ہوتا ہے، شیطان اس میں داخل نہیں ہو سکتا اور ایسا انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے حصار میں رہتا ہے۔

3)۔ اسم اللہ ذات قربِ محمدی ﷺ کا ذریعہ:

انسان کے وجود پر اسمِ اللہ ذات کے روحانی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سلطان باہوؒ واضح کرتے ہیں کہ اسمِ اللہ ذات کا مسلسل ذکر اور تصور انسان کو نبی کریم ﷺ کی مجلس کا قرب عطا کرتا ہے اور اسے توحید کی گہرائیوں میں غوطہ زن کرتا ہے۔ بعد ازاں انسان تصورِ اسمِ اللہ ذات کی بہ دولت اس مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں تصرف اور اختیار حاصل کر لیتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت اور اس کی رضا کے تحت ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''عارف باللہ با تصور اسم اللہ ذات چنان قوّت قوی از قربِ حضوری مجلس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام توفیق از تصور تصرف اسم اللہ ذات تحقیق و از تفکر اسم اللہ ذات دریای عمیق و توجہ باسم اللہ ذات طریق ثقلین را در قید قبض بحکم تصرف جاودانی در عمل آوردہ۔''[14]

(اسمِ اللہ ذات کا تصور رکھنے والا عارف باللہ مجلسِ حضرت نبی ﷺ کے قرب کی توفیق سے اس قدر قوّت حاصل کر لیتا ہے کہ بہ سبب تصور تصرف اسمِ اللہ ذات کی تحقیق تک پہنچتا ہے اور اسم اللہ ذات کے تفکر سے توحید کے دریائے عمیق میں غوطہ زن ہوتا ہے اور اسم اللہ ذات کی توجہ سے صحیح طریق پاتا ہے۔ وہ ہر دو جہاں کو اپنی قید اور قبضہ میں کر کے ہمیشہ کے لیے اپنے حکم اور تصرف میں لے آتا ہے۔)

حضرت سلطان باہوؒ اسمِ اللہ ذات میں ''کنہ کن فیکون'' اور ''علمِ حاضرات'' کا تعلق بھی بڑی دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے فقیر مجلسِ محمدی ﷺ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

4)۔ اسم اللہ ذات روحانی فیوضات کا ذریعہ:

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات کا تصور رکھنے والا عارف باللہ اپنی روحانی ترقی میں اس مقام تک رسائی حاصل کرتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی مجلسِ قربت کا شرف حاصل کر لیتا ہے، جس سے وہ حقائقِ الٰہیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں اسے دریائے توحید کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات کی حقیقت کو عارف باللہ اپنے قلب و جگر میں محسوس کرتا ہے۔ کلید التوحید میں ہی حضرت سلطان باہوؒ اسمِ اللہ ذات کے تصور کے روحانی اثرات کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ھر کہ بہ نامِ اللہ وبہ کنۂ اللہ رسد ومی شود آشنا نفسِ او فنا وقلبِ او صفا، دوامِ حضورِ مجلسِ محمد مصطفیٰ ﷺ و روحِ او بقا، تماشۂ کونین را بر پشتِ ناخن می نماید۔ ھر کہ بہ نامِ اللہ آشنا شد گوئی معرفت بہ چوگانِ صدق از میدانِ ھر دو جھان می برد۔ نامِ اللہ آن عظیم نام است کہ ابتدا وانتھا در نامِ اللہ ومشاھدۂ نور حضور معرفت تمام است۔ اما صاحبِ نامِ اللہ بہ استغراق در مطالعۂ دل غرق چنانچہ در مطالعۂ کتاب غرق ورق بہ ورق۔''[15]

(جو شخص اسمِ اللہ اور اس کی حقیقت کو پا کر اس سے آشنا ہو جاتا ہے، وہ دائمی طور پر مجلسِ محمد مصطفیٰ ﷺ کی حضوری میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کی روح کو بقا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ دونوں جہان کا تماشہ ناخن کی پشت پر دکھا سکتا ہے۔ جو شخص اسمِ اللہ ذات سے واقف وآشنا ہو جائے، وہ صدق کا بلا لے کر ہر دو جہان کے میدان سے معرفت کی گیند لے جاتا ہے کہ اسمِ اللہ وہ عظیم نہ ہے کہ نام ہے کہ ابتدا سے انتہا تک مشاہدۂ نور حضور کی کامل معرفت اسی نام کے تصور میں پنہاں ہے، بشرطیکہ اسمِ اللہ کا تصور کرنے والا دل کے مطالعہ میں اس طرح غرق ہو جائے، جس طرح کہ کوئی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت ورق گردانی میں مصروف ہوتا ہے۔) آپ ایک اور جگہ بیت میں یوں بیان فرماتے ہیں:

''ھر علم، ھر حکمتے دریک سخن　　　　از تصور رود رازِ کن''[16]

(ہر علم اور ہر حکمت کا خلاصہ یہی ہے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے رازِ کن تک پہنچا جا سکتا ہے۔)

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات رازِ کن تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ آپ کا یہ جملہ کہ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے سب ہوس ہے، اس سے بھی تصورِ اسمِ اللہ ذات کی اہمیت آشکار ہوتی ہے۔ آپؒ کی ایک سو چالیس تصانیف میں سے ہر تصنیف اسمِ اللہ ذات کی شرح وتفسیر ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ اسم اللہ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''باھو چوں اسم اللہ آید خود نماند در من　　　　ھم او گشت سر تا پای جان تن
اسم اللہ را ردائے پوست تن　　　　اسم اللہ گشت یکتا جان تن
باھو ھر کرا قوت نباشد چون حضور　　　　طالباں بگیرند از وی دور دور
باھو ز عبادت سالھا بیك نظر　　　　نظر واصل میرساند با خضر
باھو اسم اللہ چیست دانی عین حق　　　　برزبانش انس جن ھم ملك''[17]

(اے باہو! جب اسم اللہ آتا ہے تو وہ خود مجھ میں نہیں رہتا ہے، میری جان وجسم میں وہی سر تا پا ہو جاتا ہے۔ اسم اللہ کے لیے جسم کی کھال گویا چادر ہے۔ اسم اللہ میرے جسم وجان میں یکتا ہو گیا ہے۔ اے باہو! جس کسی کی طاقت حضور اکرم ﷺ کی طرح نہیں ہوتی، طالب لوگ ان سے دور دور رہتے ہیں۔ اے باہو! سالہا سال کی عبادت سے واصل کی نظر ایک نظر سے خضر علیہ السلام تک پہنچا دیتی ہے۔ اے باہو! اسم اللہ کیا ہے؟ کیا تو جانتا ہے یہ عین حق ہے جو اس کی زبان پر جن وانس کی زبان پر اور فرشتوں کی زبان پر رہتا ہے۔)

مذکورہ بالا ابیات میں حضرت سلطان باہوؒ نہ صرف اسم اللہ کے تصور کو واضح کرتے ہیں، بلکہ آپ اسم اللہ کے تصور کی صورت میں اثر پذیر ہونے والی کیفیات بھی جامع انداز میں سپردِ قرطاس کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اسم اللہ عین حق ہے جو جن وانس سمیت فرشتوں کی زبان پر جاری رہتا ہے۔

5)۔ اسم اللہ ذات مقام استقامت:

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات کے تصور کا مقام و مرتبہ کرامت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ آپؒ اس تصور کو استقامت کا نام دیتے ہیں، کیونکہ اسمِ اللہ ذات کا تصور دریائے توحید میں غرق ہونے کے مترادف ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''تصور تصرفِ اسمِ اللہ ذات استقامت فوق الکرامت و مقامت است وغرقِ توحید، جسم بہ این جهان و نظر برحساب گاہِ قیامت برآن نفس را معذّب سازد و آن چنان روح را ازین جهان وحشت گیرد۔''[18]

(تصورِ اسمِ اللہ ذات کا تصرف استقامت ہے، جو کرامت اور مقامت سے بلند تر ہے کہ استقامت مرتبۂ غرقِ توحید ہے، جس میں جسم اس جہان میں رہتا ہے، مگر نظر حساب گاہِ قیامت پر رہتی ہے۔ یوں تصورِ اسمِ اللہ ذات نفس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے، اسی طرح روح کو اس جہان سے وحشت ہوتی ہے۔)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ کے افکار کے مطابق تصورِ اسمِ اللہ ذات کا حقیقی اثر استقامت ہے، جو کسی بھی کرامت یا مقامت (روحانی مقام) سے بلند تر ہے۔ نیز اسمِ اللہ ذات کا تصور اس لیے بھی کرامت سے بڑھ کر ہے، کیوں کہ اس کی بہ دولت نفس کی دنیاوی خواہشات اور جھوٹی لذتوں کو ختم کر دیا جاتا ہے، جو نفس کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کو کرامت اور دیگر روحانی مراتب و مدارج سے عظیم اور بلند تر قرار دیا گیا ہے۔

6)۔ اسم اللہ ذات موجب ایقان و ایمان:

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات کے مفاہیم کو اس قدر اہمیت اور معنویت حاصل ہے کہ آپ طالب اللہ کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ اپنے وجود کو اسم اللہ ذات میں پنہاں کر دے۔ اس طرح اسے ایقان کی دولت نصیب ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں:

''چنانکن جسم را در اسم پنهان — که میگردد الف در بسم پنهان

و اسم اللہ در طی کلمہ طیب است لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و کلمہ طیب در طی نور ایمان است و ایمان در طی مسطور است تحریر مرقوم در قلب است۔ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ:۲۲) کہ قلب وسیع از عرش، کرسی، لوح و قلم و قلب وسیع از ازل تا ابد۔''[19]

(اپنے جسم کو اسم اللہ ذات میں اس طرح پنہاں کر دے کہ جس طرح بسم اللہ میں الف پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور اسم اللہ کلمہ طیب کے طے میں ہے اور کلمہ طیب نور ایمان کی طے میں ہے اور ایمان قلب میں لکھی ہوئی تحریر میں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی مدد اپنے غیب کے فیض سے کی ہے۔ کیونکہ قلب عرش، کرسی اور لوح و قلم سے بھی وسیع ہے۔ قلب ازل سے ابد تک وسیع ہے۔)

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اگر وجود میں اسمِ اللہ ذات مقام پذیر ہو جائے تو تصفیہ ٔقلب حاصل ہو جاتا ہے اور اسمِ اللہ ذات کی بدولت انسان کا دل مقدس ہو کر عشق کے قابل بن جاتا ہے اور اس دل میں اللہ تعالیٰ کا عشق بھی وارد ہو جاتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''جس دل اسم اللہ دا چمکے عشق بھی کردا ہلّے ھو

بھار کستوری دے چھپدے ناہیں بھانویں دے رکھیے سیئے پلے ھو

انگلیں پچھے دینہ ناہیں چھپدے دریا نہیں رہندے ٹھلے ھو

اسیں اوسے وچ اوہ اساں وچ باھو یاراں یار سولے ھو''[20]

گویا آپؒ کے نزدیک تصورِ اسمِ اللہ ذات انسان کے دل کو عشقِ الٰہی کی آماجگاہ بنا دیتا ہے۔

7)۔اسم اللہ ذات موجبِ فوقیت بر فرشتگان:

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسم اللہ ذات کی حقیقت تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔یہی وہ اسم تھا، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سکھایا اور فرشتوں پر ان کی برتری کو ظاہر فرمایا۔آپ لکھتے ہیں:

''دانی کہ چونروح اعظم در وجود معظم حضرت آدمؑ آمد۔ گفت: یا اللہ! و بگفتن علم۔وعلم ادم الاسماء کلھا (البقرۃ:۳۱)واضح گشت۔وعلم الانسان ما لم یعلم(العلق:۵)رخ نمود تا قیامت برخیزد۔ هنوز آدمی بکنہ اسم اللہ ذات نرسیدہ باشد۔''[21]

(کیا تجھے معلوم ہے کہ جب روح اعظم حضرت آدمؑ کے وجود معظم میں داخل ہوئی تو اس نے یا اللہ کہا اور (آدم کو ان سب کے نام سکھائے) کے علم سے (انسان کو وہ کچھ سکھایا جو اسے معلوم نہ تھا) تک منکشف ہو گیا۔خواہ قیامت تک انسان علم سیکھتا رہے تو بھی وہ اسم اللہ ذات کی کنہ تک نہیں پہنچ پائے گا۔)

حضرت سلطان باہوؒ اسمِ اللہ ذات کے تصور کو علمِ اکسیر اور بعض مقامات پر تصورِ توفیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔آپ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات کا تصور تمام باطنی علوم کا مخزن ہے۔اس کی بدولت انسان حضوری کے مقام سے فیضیاب ہوتا ہے اور اعلیٰ ترین باطنی مقامات سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

8)۔اسم اللہ ذات عین توحید:

اسم اللہ ذات کی حقیقت سے متعلق آگاہی فراہم کرتے ہوئے حضرت سلطان باہوؒ اسے توحید قرار دیتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

''اسم اللہ توحید است و توحید غیر مخلوق است۔''[22]

(اسم اللہ توحید ہے اور توحید غیر مخلوق ہے۔)

گویا آپ کے نزدیک اسم اللہ ذات کا تصور ہی عین توحید ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک حقیقی علم صرف اسم اللہ کا علم ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"بدانکه علم یك حرف است و آن حرف ترا در هردو جهان بس که باشرف است۔ آن حرف کدام است۔ بدانکه بجزنام الله گرفتن غیرحرام است۔"[23]

(اے طالب حقیقی! جان لے کہ علم ایک حرف ہے اور وہی ایک حرف جو سب سے بزرگ ہے، دونوں جہان میں تیرے لیے کافی ہے۔ وہ حرف کون سا ہے؟ اے طالب صادق جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی غیر کا نام لینا حرام ہے۔)

دینِ اسلام کی بنیاد توحید پر قائم ہے۔ توحید کے بغیر اسلام میں داخلہ ممکن نہیں۔ توحید میں جو جس قدر خالص ہو گا، اس کا ایمان اس قدر ہی پختہ ہو گا۔ اسی ضمن میں حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

"باتصور اسم الله ذات توحید حضوری بکشاید۔"[24]

(توحید کا قرب و مشاہدہ اسمِ اللہ ذات کے تصور سے ملتا ہے۔)

یعنی آپ کے نزدیک توحید میں بلند مقام و مرتبہ اسی صورت میں عطا ہو سکتا ہے، جب انسان اسمِ اللہ ذات کے تصور کو مدِ نظر رکھے۔ گویا حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات کا اثبات توحیدِ خالص کے لیے از حد ضروری ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک حقیقی علم صرف ذات باری تعالیٰ کا بابرکت نام ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ کی شاعری اور تصانیف میں اسمِ اللہ ذات کی اہمیت اور اس کے اثرات کو بار بار بیان کیا گیا ہے، جو ان کی روحانی دعوت کا اصل محور ہے۔

9)۔ اسمِ اللہ ذات موجبِ معرفتِ نفس:

حضرت سلطان باہوؒ کے افکار کے مطابق تصور اسمِ اللہ ذات کی بدولت انسان نفس کو وجود میں پہچان لیتا ہے اور پھر اس کی اصلاح کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"بتصور اسم الله ذات از علم حاضرات دریك ساعات صورت از و نفس را دریابد در وجود که شناخته شود۔"[25]

(اسمِ اللہ ذات کے تصور سے علم حاضرات کے ذریعے لمحہ بھر میں اس نفس کی شکل کو پالیا جاتا ہے اور اسے وجود میں پہچان لیا جاتا ہے)۔

نفس کی یہ شناخت تصور اسمِ اللہ ذات کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ امر مخفی نہیں کہ جب انسان نفس کو پہچان لے گا تو امارہ ہونے کی صورت میں وہ مائل بااصلاح ہو گا، جبکہ مطمئنہ ہونے کی صورت میں کلماتِ تشکر سے لبریز ہو گا۔

10)۔ اسمِ اللہ ذات سے حصول منفعت اور اس کی شرائط:

حضرت سلطان باہوؒ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر اور اس سے نفع کے حصول کی شرائط کو واضح کرتے ہیں۔ آپ کے مطابق اسمِ اللہ ذات بے حد پاکیزہ اور بلند مرتبہ اسم ہے اور یہی اسمِ اعظم ہے۔ اس کی تاثیر اور برکت حاصل کرنے کے لیے انسان کو کچھ اہم صفات اور روحانی تقاضے پورے کرنے ہوتے ہیں۔ اسمِ اعظم سے برکت کے حصول کے لیے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو درج ذیل ہیں:

ا۔ وجودِ معظم

"وجود معظم" کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا وجود پاکیزہ اور قابل قدر ہو، یعنی طالبِ حق کو اپنے دل، دماغ اور جسم کو ہر قسم کی نجاست اور گناہوں سے پاک رکھنا چاہیے۔

"بداں کہ اسمِ اللہ ذات پاک است۔ اسمِ اعظم بہ جزوجودِ معظم تاثیرنہ کند وسکونت نہ گیرد"[26]

(جان لو کہ اسم اللہ ذات پاک ہے۔ یہ اسمِ اعظم تاثیر نہیں کرتا، جب تک کہ وجود معظم نہ ہو۔)

اگر وجود پاک نہیں ہوگا، تو اسمِ اللہ ذات کا نور دل میں جگہ نہیں بنا سکے گا۔

۲۔ اخلاصِ خاص

دوسری شرط آپؒ نے اخلاصِ خاص کی بیان فرمائی ہے۔ اخلاصِ خاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں پوری طرح مخلص ہو۔

"بداں کہ اسمِ اللہ ذات پاک است۔ اسم اعظم نفع نہ دھد بہ جز اخلاصِ خاص"[27]

جان لو کہ اسم اللہ ذات پاک ہے۔ یہ اسمِ اعظم تاثیر نہیں کرتا، جب تک کہ اخلاصِ خاص شاملِ حال نہ ہو۔)

ہر عمل اللہ کی رضا کے لیے ہو اور دنیاوی مفادات یا دکھاوے سے پاک ہو۔ بغیر اخلاص کے اسمِ اللہ ذات کا ذکر محض زبانی عمل بن جاتا ہے اور اس کے حقیقی روحانی ثمرات حاصل نہیں ہوتے۔

۳۔ مرشدِ کامل

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کے ذکر کو مؤثر بنانے کے لیے ایک مرشدِ کامل کی رہنمائی ضروری ہے۔

"بداں کہ اسمِ اللہ ذات پاک است۔ اسم اعظم نفع نہ دھد بہ جز عطائے مرشد کامل"[28]

(جان لو کہ اسم اللہ ذات پاک ہے۔ یہ اسمِ اعظم تاثیر نہیں کرتا، جب تک کہ عطائے مرشدِ کامل نصیب نہ ہو۔)

مرشدِ کامل اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو دل پر منکشف کرتا ہے اور طالب کو روحانی منازل طے کرنے کے قابل بناتا ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ کے ہاں اسمِ اللہ ذات کے مفاہیم کا تنقیدی مطالعہ

حضرت سلطان باہوؒ کی تعلیمات میں اسمِ اللہ ذات مرکزی اور محوری حیثیت رکھتا ہے۔ یہ صرف ایک ذِکر نہیں بلکہ ایک کلی نظامِ روحانیت ہے جو قلب کی تطہیر، قربِ الٰہی، فنافی اللہ اور عرفانِ حق تک پہنچنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ان کے مطابق یہی وہ اسمِ اعظم ہے جو طالبِ مولیٰ کو "رازِ کن" کی حقیقت تک رسائی دیتا ہے۔

علمائے لغت کے نزدیک لفظ "اللہ" اسمِ علم ہے اور غیر مشتق ہے۔ یہ لفظ کسی مادے سے نہیں نکلا، بلکہ اپنی اصل میں متعین اور متفرد ہے۔ امام خازنؒ، امام راغب اصفہانیؒ اور دیگر علماء نے اس کی لغوی حیثیت پر مفصل گفتگو کی ہے۔ تاہم کچھ اہلِ علم اسے مشتق مانتے ہیں، جس کی اصل "الٰہ" بتائی جاتی ہے، جس پر الف لام داخل ہو کر اسے خاص بنا دیا جاتا ہے۔ امام خازنؒ بیان کرتے ہیں:

"(الله) هو اسم علم خاص لله تعالى تفرد به الباري سبحانه وتعالى ليس بمشتق ولا يشركه فيه أحد وهو الصحيح المختار دليله قوله تعالى: هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا يعني لا يقال لغيره الله۔"[29]

(یہ ایسا اسمِ علَم ہے، جو اللہ تعالی کے لیے خاص ہے اور باری تعالی کی وحدانیت پر دلالت کرنے کے اعتبار سے متفرد ہے۔ نہ یہ کسی اسم سے مشتق ہے اور نہ اس میں کوئی اور شریک ہے اور یہی قول صحیح اور مختار ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ کیا تم اللہ تعالی کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟ یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور کو "اللہ" نہیں کہا جاتا۔)

لفظ اللہ کی اصل کے متعلق امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

"اللہ: قیل: أصله إله فحذفت همزته، وأدخل عليها الألف واللام، فخصّ بالباري تعالى۔"[30]

(لفظ اللہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کی اصل "الٰہ" ہے، جس کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور اس پر الف لام داخل کر کے اسے ذاتِ باری کے لیے خاص کر دیا گیا۔)

یہ دونوں نظریات لغوی و اصولی بحث کے اعتبار سے اپنی جگہ وزن رکھتے ہیں، تاہم حضرت سلطان باہوؒ کا جھکاؤ اس طرف ہے کہ یہ اسم غیر مشتق ہے، جو صرف اور صرف ذاتِ باری تعالی کے لیے مخصوص ہے۔ ان کے نزدیک اس اسم کی ہر جہت، ہر حرف اور اس کی ترکیب کا ہر پہلو الٰہی حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔ ان کی نگاہ میں یہ محض علمِ لغت یا فقہی بحث کا موضوع نہیں بلکہ ایک باطنی تجربہ اور روحانی شہود ہے، جسے صرف وہی شخص پا سکتا ہے جو اخلاص، مجاہدہ اور مرشدِ کامل کی رہنمائی کے ساتھ اس راہ میں قدم رکھے۔

اسمِ اللہ میں "ھو" کے حرف کو بھی انتہائی اہمیت حاصل ہے، جس کے متعلق امام خازنؒ بیان کرتے ہیں کہ "اس اسم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ اگر اس میں سے کچھ حذف کر دیا جائے تو باقی حصہ اس کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ اگر الف حذف کر دیا جائے تو "للہ" باقی رہے گا اور اگر لام حذف کر دیا جائے اور الف کو باقی رکھا جائے تو "الہ" باقی رہے گا اور اگر دونوں کو حذف کر دیا جائے تو "لہ" باقی رہے گا اور اگر الف اور دونوں لاموں کو اکٹھا حذف کر دیا جائے تو "ھو" باقی بچے گا اور واؤ ضمہ کے عوض ہے"۔[31]

"ھو" کا لفظ بھی اسی کی ذات کی نشاندہی کرتا ہے اور صوفیاء بالعموم اس کا ذکر کرواتے ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ کے افکار میں ھو کو بنیادی مقام حاصل ہے، جیسا کہ آپ کے اسمِ گرامی سے واضح ہو رہا ہے۔ گویا اللہ ایک ایسا لفظ ہے جو من حیث الکلی اور اپنے ہر حرف اور جزو کے اعتبار سے بھی ذاتِ حق پر معنوی دلالت کرتا ہے۔ اس نام کی ترکیبِ لفظی کے حسن کا یہ عالم ہے کہ اس کا کوئی حرف یا کوئی حصہ بے معنیٰ نظر نہیں آتا، گویا یہ لفظ بھی ذاتِ باری تعالی کی طرح ہر ہر اعتبار سے کامل ہے۔

آپؒ کی تعلیمات کا خاصہ یہی ہے کہ آپ نے اسم اللہ ذات کے اسرار و رموز کو اس قدر واضح کر دیا کہ مزید تشنگی کی حاجت نہ رہی۔ اسی حوالے سے احمد رضا لکھتے ہیں:

"جہاں حکمت کے موتیوں سے پُر 140 تصانیف ایک بڑی کرامت ہے، وہاں تصانیف کی تعداد میں ایک ہی موضوع کے بیان پر نہ یکسانیت کا احساس ہوتا ہے اور نہ بوریت کا بلکہ علم و حکمت کے نئے رموز سمجھ میں آئیں اور روح و قلب سیر اب و فیضیاب ہوں تو یہ الگ سے ایک کرامت ہے۔"[32]

مذکورہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسم اللہ ذات کی بدولت انسان کو ایمان کی وہ لازوال دولت نصیب ہوتی ہے، جو کل جہاں کی تمام نعمتوں پر حاوی ہے۔

باہو شناسی میں تصورِ اسمِ اللہ ذات کے موضوع پر اپنی تحقیق کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے احمد رضا رقم طراز ہیں:

"آپ اپنی تصانیف میں کچھ پیرائے کے بعد یا ابواب کے آخر میں خلاصہ کلام بھی بیان فرماتے ہیں۔ یہ مختصر جملہ کثرت سے آنے کی وجہ سے سلوگن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جملہ یہ ہے: "اللہ بس ماسوی اللہ ہوس" اس کے ساتھ کچھ جگہوں پر آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ "فہم من فہم" سمجھ گیا جو سمجھ گیا، یعنی نکتہ ایک ہے، جو بیان کر دیا گیا ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ کے افکار و تعلیمات میں اسم اللہ ذات کا تصور نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور آپ کی تمام تر تصانیف تصورِ اسم اللہ ذات سے معمور نظر آتی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ لفظِ اللہ ہی اسمِ اعظم ہے۔ لفظِ اللہ کے اسمِ اعظم ہونے کے متعلق امام خازنؒ لکھتے ہیں:

"وذهب بعضهم إلى أن هذا الاسم هو الاسم الأعظم لأنه يدل على الذات وباقي الأسماء تدل على الصفات۔"[33]

(بعض کا گمان ہے کہ یہی اسم، اسمِ اعظم ہے، کیوں کہ یہ ذاتِ باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے، جب کہ باقی اسماء صفاتِ باری تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں۔)

حضرت سلطان باہوؒ بھی اسم اللہ کو اسمِ اعظم قرار دیتے ہیں۔

سطورِ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ کے ہاں اسمِ اللہ ذات کی وہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں، جو عام طور پر دیگر صوفیاء یا علماء کے ہاں اس زور و شور کے ساتھ نہیں ملتیں۔ جہاں دیگر صوفیاء کثرتِ ذکر، مراقبہ اور مجاہدہ پر زور دیتے ہیں، حضرت سلطان باہوؒ تصورِ اسمِ اللہ ذات کو ہر روحانی ترقی کا مرکز قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی وہ اسم ہے، جو حضرت آدمؑ کو سکھایا گیا اور جس کے ذریعے انہیں ملائکہ پر فضیلت دی گئی۔ تاہم آپ تسلیم کرتے ہیں کہ انسان قیامت تک بھی اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ گویا یہ ایک لامتناہی روحانی حقیقت ہے، جسے مکمل طور پر پالینا ممکن نہیں بلکہ اس کی جانب مسلسل سفر ہی روحانیت کا جوہر ہے۔ گویا اس حوالے سے حضرت سلطان باہوؒ متفرد ہیں کہ آپ کے نزدیک مراقبہ و مجاہدہ کی بجائے تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ہی روحانی مدارج طے کیے جا سکتے ہیں۔

حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک تصورِ اسمِ اللہ ذات محض کرامت نہیں بلکہ استقامت ہے۔ آپ کے مطابق کرامت عارضی تجربہ ہے، جبکہ استقامت دائمی کیفیت ہے، جو سالک کو توحید کے سمندر میں غرق کر دیتی ہے۔ آپ اس تصور کو فنافی اللہ اور بقاباللہ کا زینہ قرار دیتے ہیں۔ جسم خاک میں رہتا ہے لیکن نگاہ عرش پر اور دل مجلسِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے۔

آپ کی تحریروں اور شاعری میں بار بار یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسمِ اللہ ذات صرف زبان سے ادا ہونے والا لفظ نہیں بلکہ ایک باطنی انکشاف ہے۔ یہ ان لوگوں کو عطا ہوتا ہے جن کے دل میں نورِ ایمان ہو، جن کے اندر نفسانی میلانات فنا ہو چکے ہوں، اور جو محض اللہ کے ہو چکے ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہی اصل علم ہے، باقی سب محض حجاب ہیں۔ حقیقی علم وہی ہے جو سالک کو ذات تک پہنچا دے، اور یہ علم صرف اسمِ اللہ ذات کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ کا تصورِ اسمِ ذات کئی پہلوؤں سے دیگر صوفیہ و متکلمین کے تصور سے ہم آہنگ ہے، جب کہ بعض اعتبار سے انفرادیت کا حامل ہے۔ اسمِ اللہ ذات کو جامع الصفات ماننا، اسمِ اعظم قرار دینا اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے مخصوص سمجھنا یہ سب چیزیں دینی فکر سے مطابقت رکھتی ہیں، لیکن آپ نے اس اسم کی تاثیر کو جس درجے پر بیان کیا، اسے صرف روحانی تجربے اور باطنی ادراک سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ کی تمام تر کتب میں ایک ہی موضوع کا بار بار آنا بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے، لیکن در حقیقت ہر کتاب میں روحانی علم کے نئے دریچے وا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مصنفات میں تنوّع نہ ہونے کے باوجود قاری کی روح علمی طور پر تازہ دم ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ کی تعلیمات کا تفرد ہے۔

خلاصہ بحث:

سطورِ بالا میں حضرت سلطان باہوؒ کے ہاں اسمِ اللہ ذات کے مفاہیم کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس تحقیق کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ:

۱۔ حضرت سلطان باہوؒ کے مطابق اسمِ اللہ ذات، ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت اور قربت کا ایک کامل ذریعہ ہے، جو انسان کو روحانی ترقی اور فنافی اللہ کی اعلیٰ منازل تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ اسمِ اللہ ذات کو آپ نے استقامت کا مظہر قرار دیا، جو کرامت اور دیگر روحانی مقامات سے بلند تر ہے۔

۳۔ حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک اسم اللہ ذات جامع الصفات ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا کلی احاطہ کرتا ہے، جس کی تاثیر کے لیے دل و وجود کی پاکیزگی، اخلاصِ کامل اور مرشدِ کامل کی رہنمائی ضروری ہیں۔

۴۔ حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک تصورِ اسمِ اللہ ذات دل میں نور پیدا کر کے انسان کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اور اسے مجلسِ نبوی ﷺ کی حضوری کا شرف عطا کرتا ہے۔

۵۔ آپ کے نزدیک اسم اللہ ذات کا ذکر نفس کو دنیاوی خواہشات سے پاک اور روح کو اللہ تعالیٰ کی طلب میں مشغول کرتا ہے۔

۶۔ اسمِ ذات کے تصور کے ذریعے انسان حقائقِ الٰہیہ کو پا کر توحید کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے اور دونوں جہان کو اپنی روحانی تصرف میں لے آتا ہے۔ یہ تمام صفات اسمِ اللہ ذات کو کمالِ الٰہی کا مظہر اور اللہ تعالیٰ کی شانِ وحدانیت کا آئینہ بناتی ہیں۔

۷۔ حضرت سلطان باہوؒ کا تصور بعض اعتبار سے دیگر صوفیہ و متکلمین کی آراء سے ہم آہنگ ہے، جب کہ بعض اعتبار سے آپ کے افکار منفرد ہیں، جیسے آپؒ اسمِ اللہ ذات کو روحانی مدارج طے کرنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

حوالہ جات:

1 سلطان حامد، **مناقبِ سلطانی** (لاہور: اللہ والے کی قومی دکان، ۱۳۴۵ھ)، ۶۶۔
Sulṭān Ḥāmid, *Manāqib-e-Sulṭānī* (Lāhawr: Allāh Wālay Kī Qaumī Dukān, 1345 AH), 66.

2 سلطان باہو، **رسالہ روحی شریف** (مترجم وشارح: سید امیر خان نیازی)۔ (لاہور: العارفین پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ۲۷۔
Sulṭān Bāhū, *Risālah Rūḥī Sharīf*, trans. and comm. by Sayyid Amīr Khān Niyāzī (Lāhawr: al-ʻĀrifīn Publications, 2016), 27.

3 سلطان الطاف علی، ڈاکٹر، **مرآت سلطانی** (لاہور: باہو پبلیکیشنز، ۲۰۰۶ء)، ۲۰۱۔
Sulṭān Alṭāf ʿAlī, Dr., *Mirʾāt-e-Sulṭānī* (Lāhawr: Bāhū Publications, 2006), 201.

4 سلطان حامد، **مناقبِ سلطانی**، ۱۷۱۔

Sulṭān Ḥāmid, *Manāqib-e-Sulṭānī*, 171.

5 آزاد، ابوالکلام، مولانا، **ترجمان القرآن** (لاہور: اسلامی اکیڈمی)، ۱/۶۸۔

Āzād, Abū al-Kalām, Mawlānā, *Tarjumān al-Qurʾān* (Lāhawr: Islāmī Academy), 1:68.

6 خازن، علاؤالدین علی بن محمد، **لباب التاویل فی معانی التنزیل** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ)، ۱/۱۷۔

Khāzin, ʿAlāʾ al-Dīn ʿAlī ibn Muḥammad, *Lubāb al-Taʾwīl fī Maʿānī al-Tanzīl* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1415 AH), 1:17.

7 قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، **معارفِ اسم اللہ** (لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، ۲۰۰۳ء)، ۱۶۔۱۷۔

Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, Dr., *Maʿārif-e-Ism Allāh* (Lāhawr: Minhāj al-Qurʾān Printers, 2003), 16–17.

8 راغب الاصفہانی، الحسین بن محمد، ابوالقاسم، **المفردات فی غریب القرآن** (بیروت: دار القلم ۱۴۱۲ھ)، ۱/۸۲۔

Al-Rāghib al-Aṣfahānī, al-Ḥusayn ibn Muḥammad, Abū al-Qāsim, *al-Mufradāt fī Gharīb al-Qurʾān* (Beirut: Dār al-Qalam, 1412 AH), 1:82.

9 سلطان باہو، **کلید التوحید خورد** (لاہور: ندیم پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۹ء)، ۴۹۔

Sulṭān Bāhū, *Kalīd al-Tawḥīd Khurd* (Lāhawr: Nadīm Printing Press, 1999), 49.

10 خازن، **لباب التاویل فی معانی التنزیل**، ۱/۱۷۔

Khāzin, *Lubāb al-Taʾwīl fī Maʿānī al-Tanzīl*, 1:17.

11 ایضاً۔

Ibid.

12 سلطان باہو، **محک الفقر** (لاہور: حق باہو منزل، ۲۰۰۲ء)، ۱۴۰۔

Sulṭān Bāhū, *Maḥakk al-Faqr* (Lāhawr: Ḥaqq Bāhū Manzil, 2002), 140.

13 سلطان باہو، **کلید التوحید خورد**، ۶۷۔۶۹۔

Sulṭān Bāhū, *Kalīd al-Tawḥīd Khurd*, 67–69.

14 سلطان باہو، **تیغ برہنہ** (لاہور: حق باہو منزل، ۱۹۹۸ء)، ۲۴۔

Sulṭān Bāhū, *Tīgh-e-Burhānah* (Lāhawr: Ḥaqq Bāhū Manzil, 1998), 24.

15 سلطان باہو، **کلید التوحید خورد**، ۳۹۔

Sulṭān Bāhū, *Kalīd al-Tawḥīd Khurd*, 39.

16 احمد رضا، **باہو شناسی میں تصورِ اسم اللہ ذات**، ۶۹۔

Aḥmad Rizā, *Bāhū Shanāsī mein Taṣawwur-e-Ism Allāh Zāt*, 69.

17 سلطان باہو، **دیدار بخش کلاں** (لاہور: حق باہو پبلشرز، ۱۹۹۷ء)، ۱۰۴۔

Sulṭān Bāhū, *Dīdār Bakhsh Kallān* (Lāhawr: Ḥaqq Bāhū Publishers, 1997), 104.

18 ایضاً، ۱۰۵۔

Ibid, 105.

19 سلطان باہو، **دیدار بخش کلاں**، ۴۴۔۴۶۔

Sulṭān Bāhū, *Dīdār Bakhsh Kallān, 44-46.*

20 سلطان باہو، **ابیاتِ باہو**، تحقیق: ڈاکٹر سلطان الطاف علی (لاہور: باہو پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ۷۳۔

Sulṭān Bāhū, *Abyāt-e-Bāhū*, ed. Dr. Sulṭān Alṭāf ʿAlī (Lāhawr: Bāhū Publications, 2018), 73.

21 سلطان باہو، **فضل اللقاء** (لاہور: حضرت سلطان باہو اکیڈمی، ۱۹۹۷ء)، ۶۰۔

Sulṭān Bāhū, *Faḍl al-Liqāʾ* (Lāhawr: Ḥaḍrat Sulṭān Bāhū Academy, 1997), 60.

22 سلطان باہو، **محبت الاسرار** (لاہور: حضرت سلطان باہو اکیڈمی، ۱۹۹۶ء)، ۳۶۔

Sulṭān Bāhū, *Maḥabbat al-Asrār* (Lāhawr: Ḥaḍrat Sulṭān Bāhū Academy, 1996), 36.

23 ایضاً، ۸۶۔

Ibid, 86.

24 سلطان باہو، **اورنگ شاہی** (لاہور: حق باہو منزل ۲۰۱۱ء)، ۲۲۔

Sulṭān Bāhū, *Aurang Shāhī* (Lāhawr: Ḥaqq Bāhū Manzil, 2011), 22.

25 ایضاً، ۳۶۔

Ibid, 36.

26 سلطان باہو، **کلید التوحید خورد**، ۴۳۔

Sulṭān Bāhū, *Kalīd al-Tawḥīd Khurd*, 43.

27 ایضاً۔

Ibid.

28 ایضاً۔

Ibid.

29 خازن، **لباب التاویل فی معانی التنزیل**، ۱/۱۷۔

Khāzin, *Lubāb al-Taʾwīl fī Maʿānī al-Tanzīl*, 1:17.

30 راغب اصفہانی، **المفردات فی غریب القرآن**، ۱/۸۲۔

Al-Rāghib al-Aṣfahānī, *al-Mufradāt fī Gharīb al-Qurʾān, 1:82.*

31 خازن، **لباب التاویل فی معانی التنزیل**، ۱/۱۷۔

Khāzin, *Lubāb al-Taʾwīl fī Maʿānī al-Tanzīl*, 1:17.

32 32 احمد رضا، **باہو شناسی میں تصورِ اسمِ اللہ ذات**، ۶۹۔

Aḥmad Rizā, *Bāhū Shanāsī mein Taṣawwur-e-Ism Allāh Zāt*, 69.

33 ایضاً۔

Ibid.